⊙ مظہر حسین مظہر
پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان
⊙⊙ ڈاکٹر محمد ساجد خان
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

تذکروں میں میر شناسی کی روایت

Abstract:

This article presents a critical analysis of the studies of different critics and researchers which are done to explore the poetic horizons of Meer. In this regard Persian and Urdu 'Tazkras' are always considered as the very first reference. The competitors of Meer, his pupils and lovers have written on the subject of Meer in their own different interesting styles. These styles actually reveal different trends of criticism that are still in practice. In this article the Study/Criticism on Meer and his poetry that has been presented in 'Tazkaras' of Persian and Urdu has been focussed for critical analysis. It has also been tried to bring forward three different trends/lines of criticism on Meer.

Keywords:

Meer Taqi Tazkara Criticism Trends

تذکرہ سے مراد ایسی کتاب ہے جس میں شاعروں کا حال بیان کیا جائے۔ لغت کے مطابق اشعار اور شعرا کے احوال سے متعلق کتاب کو تذکرہ کہتے ہیں (۱)۔ تذکرہ دراصل بیاض کی جدید شکل ہے۔ بیاض میں شعروں کا انتخاب ہوتا تھا جبکہ تذکرہ میں شاعر کا نام اور تخلص (خاص ترتیب سے) اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ شاعر کے حالات زندگی اور اس کے کلام پر اجمالی تبصرہ بھی شامل کر دیا گیا اور یوں تذکرہ نیم تنقیدی اور نیم تاریخی صنفِ ادب قرار پایا (۲)۔ اردو میں تذکرہ کا رواج فارسی کے توسط سے ہوا۔ فارسی میں تذکرہ نگاری کی تاریخ قدیم ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے مطابق فارسی کا اولین تذکرہ نورالدین محمد عوفی کا لباب الا لباب ہے (۳)۔ لباب الا لباب سے لے کر اردو شعرا کے اولین تذکرہ نکات الشعرا

اوراس کے بعد لکھے گئے تمام تذکروں میں فارسی تذکروں کا اثر ونفوذ موجود ہے۔

اردو زبان وادب کو برصغیر میں اٹھارویں صدی میں قبول عام حاصل ہوا۔ فارسی کی جگہ اردو کا چلن ہوا۔ اردو نے فارسی کی ساری خصوصیات اپنے اندر جذب کر لیں۔ اردو کو کم مرتبہ اور لچر خیال کرنے والے بھی اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ ۱۷۵۰ء سے لے کر ۱۸۸۰ء تک اردو شعرا کے جتنے تذکرے لکھے گئے اُن کی زبان فارسی ہے۔ قدیم تذکروں کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اردو میں تذکرہ نگاری کا آغاز میؔر و سوؔدا کے دور سے ہوا۔ اردو شعرا کے قدیم ترین تذکروں میں نکات الشعرا از میر تقی میر (مؤلفہ ۱۱۶۵ھ)، گلشنِ گفتار از حمید اورنگ آبادی (مؤلفہ ۱۱۶۵ھ)، تحفتہ الشعرا از افضل بیگ قاقشال (مؤلفہ ۱۱۶۵ھ)، ریختہ گویاں از فتح علی حسینی گردیزی (مولفہ ۱۱۶۶ھ)، مخزن نکات از قیام الدین قائم (مؤلفہ ۱۱۶۸ھ) شامل ہیں (۴)۔ ان تذکروں میں تذکرہ نگاروں نے شعرا کے کلام پر رائے دے کر یہ ظاہر کیا ہے کہ وہ اُن کے کلام کی خصوصیات سے آگاہ ہیں۔ تذکرہ نگار کا سب سے اہم مقصد شعر یا شاعر کی جوش بھرے الفاظ میں تحسین کرنا ہوتا ہے۔ اگر چہ جدید تنقید تذکروں کی تنقیدی حیثیت کو قبول نہیں کرتی۔ بہر طور تذکروں کی تاریخی اہمیت سے انکار ناممکن ہے۔ ہمارا موضوع تذکروں سے میؔر شناسی کی بازیافت ہے۔ میؔر کے کلام پر تذکروں میں جو رائیں ملتی ہیں اُن کی تنقیدی نوعیت اور تاریخی اہمیت اپنی جگہ لیکن میؔر شناسی ایک رجحان اور روایت کے طور پر سامنے آتی ہے۔

میر شناسی دراصل کلام میؔر سے میؔر کی شخصیت اور فن کے نقوش کی بازیافت ہے۔ میؔر پر ہونے والے تحقیقی اور تنقیدی کام کو نقدِ میؔر، انتقادِ میؔر، میؔر فہمی یا میؔر شناسی کہا جا سکتا ہے۔ یوں تو میؔر شناسی کا آغاز میؔر کے اپنے ہی عہد سے ہو چکا تھا بعد ازاں تذکرہ نگاروں نے میؔر کی زندگی اور فن کے حوالے سے مقدور بھر تحقیق کی جس کا نتیجہ اردو شاعروں کے تذکروں کی صورت میں موجود ہے۔ اس نیم تنقیدی رویے کی ایک توانا روایت ہمارے سامنے موجود ہے۔ میر سے متعلق نیا تنقیدی منظر نامہ پیش کرنے یا از سر نو نتائج اخذ کرنے کے لیے ہمیں انہی تذکروں کی طرف لوٹنا پڑتا ہے۔ گویا میؔر شناسی کے ضمن میں ان تذکروں سے روگردانی کرنا ناممکن نظر آتا ہے۔ میؔر شناسی کی اولین صورت خود کلام میؔر سے ہم پر منکشف ہوتی ہے۔ کبھی شاعرانہ تعلّی کے ذریعے اور کبھی دیگر شعری اوصاف کی بابت میؔر اپنے مبصر آپ دکھائی دیتے ہیں:

مجھ کو شاعر نہ کہو میر کہ صاحب ہم نے ❊ درد و غم کتنے کیے جمع تو دیوان کیا

☆

کیا جانے دل کو کھینچے ہیں کیوں شعر میر کے ❊ کچھ طرز ایسی بھی نہیں ایہام بھی نہیں

☆

دل کس طرح نہ کھینچیں اشعار ریختہ کے ❊ بہتر کیا ہے میں نے اس عیب کو ہنر سے (۵)

میؔر کی تفہیم کا جو سلسلہ یا روایت عصر حاضر میں موجود ہے وہ ارود فارسی کے تذکروں کی بدولت ہے جسے میؔر شناسی کی دوسری منزل سمجھنا چاہیے۔ اگر یہ تذکرے موجود نہ ہوتے تو میؔر شناسی کی یہ صورت رونما نہ ہوتی۔ کلام میؔر میں شاعرانہ تعلیاں اُن کے مقام و منصب اور فکر و فن پر دسترس کا ثبوت ہیں۔ اردو تنقید کا آغاز فارسی تذکروں سے ہوا۔ فارسی تذکروں میں میؔر شناسی کے جو نقوش ملتے ہیں اُن کا اجمالی جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

☆ مجمع النفائس:

سراج الدین علی خان آرزو میرؔ کے مربی اور خالو تھے۔ میرؔ نے اُن سے بہت کچھ سیکھا۔ خان آرزوؔ کے بقول میر تقی میرؔ ریختہ اور اردو زبان کے شاعر ہیں۔ اُن کے اشعار شہرہ آفاق ہیں۔ فنِ شاعری کے دانا لوگوں نے میرؔ کے کلام کو بنظرِ استحسان کو دیکھا ہے۔ اُن کا ذہن مناسب اور طبع رسا ہے۔ ابتدائی کلام ہی اعلیٰ نوعیت کا ہے۔ اُن کی غزلیں دردمندی اور عاشقانہ مزاج کی اہمیت ہیں۔ وہ رقم طراز ہیں:

"در ابتدائی مشقِ شعر رتبہ سخن بہ پایہ انتہا رسانید۔ ہر چند میر دیوان مختصر دارد اما غزل ہائے درد مندانہ و عاشقانہ می گوید۔"(۶)

☆ مخزن نکات:

شیخ محمد قیام الدین ریختہ اور فارسی کے شاعر اور تذکرہ نگار ہیں۔ اُنہوں نے مخزنِ نکات میں لکھا ہے کہ میرؔ عشق بازوں کی محفل میں شمع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ انسانی کمالات کا مجموعہ ہیں۔ ان کی تحریر کرامت اور معجزہ کا اثر رکھتی ہے۔ ان کا نام محمد تقی اور تخلص میرؔ تھا(۷)۔

☆ تذکرہ ریختہ گویاں:

سید فتح علی حسینی گردیزی میرؔ کے ہم عصر تھے۔ تذکرہ ریختہ گویاں میرؔ شناسی کا نقشِ اول ہے۔ ان کے بقول میرؔ بے نظیر شاعر ہیں۔ ان کی طبیعت معانی ایجاد ہے۔ ان کے یہاں شعلہ ادراک سراج آرزوؔ کے توسط سے پیدا ہوا ہے(۸)۔

☆ مقالات الشعرا:

قیام الدین حیرتؔ مقالات الشعرا میں میرؔ فہمی کے سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میر محمد تقی میرؔ ریختہ میں شعر کہتے ہیں۔ وہ ہر ہفتہ کے دن اپنے گھر پر مشاعرے کا انعقاد کرتے تھے۔ میرؔ صاحب کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے کچھ شعر بھی اس تذکرے میں شامل ہیں(۹)۔

☆ تذکرہ شعرائے اردو:

تذکرہ شعرائے اردو میر حسن دہلوی کا تالیف کردہ ہے۔ میر حسن نے یہ تذکرہ میر تقی میرؔ کے قیام لکھنو کے دوران لکھا۔ یہ تذکرہ عبارت آرائی اور رنگین بیانی کا مرقع ہے۔ بہرطور یہ تذکرہ اُس دور کی یادگار ہے جب میرؔ اور اس کے معاصرین کے علاوہ نوآموز شعرا کی ایک جماعت طبع آزمائی کر رہی تھی۔ مولوی میر حسن نے نکتہ سنجی کے ساتھ اہلِ کمال کے خط و خال بیان کیے ہیں۔ میر تقی میرؔ کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"میر شعرائے ہندوستان وافصح فصحائے زماں، شاعر دل پزیر و سخن سنج بے نظیر، رفعتِ رواقِ کاخ بیانش از طاقِ سپہر برتر و گوہر کانِ ضمیرش از جوہر مہر عالی گہر۔"(۱۰)

میر حسن کی رائے کا مجموعی جائزہ لیا جائے تو یہ صورت بنتی ہے کہ میر تقی میرؔ ہندوستان کے فصیح اللسان شاعر ہیں۔ ان کی فکر

بہت اعلیٰ اور طبع بہت رواں ہے۔ انہوں نے نظم ونثر کے گلشن کھلائے ہیں۔ وہ صاحبِ قدرت شاعر ہیں ان کی طرز شفائی سے ملتی ہے۔ وہ سراج خان آرزو کے شاگرد اور عزیز تھے۔ اکبر آباد میں مقیم تھے اور موجودہ شاہ جہان آباد میں رہائش پذیر ہیں۔ وہ شاعری کی جملہ اصناف میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔

☆ نکات الشعرا:

میر تقی میرؔ کا یہ تذکرہ تنقیدی اور ادبی اعتبار سے خاصی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی اولیت پر بھی کافی تحقیق ہوئی ہے۔ مولوی عبدالحق اسے اولین تذکرہ شمار کرتے ہیں۔ اُن کے مطابق گردیزی اور قائم کے تذکرے نکات الشعرا کے جواب میں لکھے گئے۔ میرؔ نے اس تذکرے کے تقدم کا ذکر کہیں نہیں کیا۔ لیکن میرؔ شناسی کے ضمن میں جہاں میرؔ نے دیگر شعرا کا ذکر کیا ہے وہاں اپنا نمونہ کلام بھی پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''فقیر حقیر میر محمد تقی میر مولف ایں نسخہ متوطن اکبر آباد است۔ بسبب گردشِ لیل ونہار از چندے در شاہ جہاں آباد است۔''(۱۱)

☆ تذکرہ ریاض الفردوس :

یہ تذکرہ محمد حسین خان کا تالیف کردہ ہے۔ اسے مرتضیٰ حسین فاضل نے ترتیب وحواشی کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ اس میں ۲۵۰ شعرا کا تذکرہ ہے اور ہر شاعر کا ایک ایک شعر بطور نمونہ دیا گیا ہے۔ محمد حسین خان نے متقدمین تذکروں کی تلخیص کی ہے۔ میر کے بارے میں صاحب تذکرہ ریاض الفردوس تحریر کرتے ہیں:

> '' میر تخلص، محمد تقی اکبر آبادی مولد، لکھنوی مسکن، فخرِ شعرائے ماتقدم وتاخر۔''(۱۲)

☆ تذکرہ گلِ رعنا:

تذکرہ گلِ رعنا عبدالحئی کے ذوقِ تذکرہ نگاری کا مظہر ہے۔ مقدمہ میں تذکرہ نویسی کی غرض وغایت کا تفصیلی بیان ہے۔ میر فہمی کے ساتھ ساتھ میرؔ کے حالاتِ زندگی کی تفصیلات موجود ہیں۔ اردو ترجمہ فارسی متن کے ساتھ دیا گیا ہے۔ بقول عبدالحئی:

> '' میر صاحب نہایت مہذب، زندہ دل، یار باش، انصاف پسند اور وضع دار آدمی تھے۔ میانہ قد، لاغر اندام، گندمی رنگ، ہر کام متانت اور آہستگی کے ساتھ کرتے، بات بہت کم اور وہ بھی آہستہ، آواز میں نرمی اور ملائمت، مزاج میں قناعت اور غیرت حد سے بڑھی ہوئی تھی۔ صلاحیت و پرہیز گاری کے ساتھ عادات و اطوار نہایت سنجیدہ اور متین، ہر وقت محویت کا عالم طاری، اپنے خیالات میں ڈوبے ہوئے بیٹھے رہتے۔''(۱۳)

☆ تذکرہ ہندی:

غلام ہمدانی مصحفی میرؔ کے ہم عصر اور مداح تھے۔ یہ تذکرہ انہی کا تحریر کردہ ہے۔ مولوی عبدالحق نے انجمن ترقی اردو کے زیر اہتمام ۱۹۳۳ء میں شائع کیا۔ یہ تذکرہ میرؔ شناسی کا عمدہ نمونہ ہے۔ مصحفی نے دلی اور لکھنؤ دونوں دبستانوں کا

بچشم خود مشاہدہ کیا۔ فارسی میں لکھا گیا یہ تذکرہ میر فہمی کے معتدل اسلوب کا حامل ہے۔ مصحفی لکھتے ہیں:

''چہار دیوان ریختہ از خامہ فکرش ریختہ ومثنوی ہائے متعددہ وشکار نامہ ہائے بے نظیر نگاشتہ، کلکِ ندرت طراز برصفحہء زمانہ یادگار است، برفقیر بسیار مہربانی می فرماید۔ عمرش تخمینا قریب ہشتاد است۔''(۱۴)

☆ چمنستانِ شعرا:

رائے لچھمی نرائن اورنگ آبادی کا مرقومہ یہ تذکرہ ترقی اردو اورنگ آباد نے ۱۹۲۸ء میں شائع کیا۔ اس کا مقدمہ مولوی عبدالحق نے لکھا ہے۔ اس فارسی تذکرے میں میر پر تبصرہ کرتے ہوئے نرائن لکھتے ہیں:

''میر میدان سخن وری وشہنشاہ اقلیم معنی پروری است۔ اشعر آفتاب کمالش درمنبع الفاظ بہ نہایت درخشانی پیداولمعہ مہتاب مغش بہ شبِ عبارت بکمال تابانی ہویدا۔'' (۱۵)

☆ تذکرہ گلشنِ بے خار:

یہ تذکرہ اردو فارسی کے شاعر نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ وحسرتی نے فارسی میں رقم کیا۔ نفیس اکیڈمی کراچی نے ۱۹۶۳ء میں اسے اردو کا جامہ پہنایا۔ میر تقی میر کے کلام پر عمدہ تنقید ہے اور شیفتہ کے تنقیدی ذوق کا مظہر ہے۔ شیفتہ رقم طراز ہیں:

''میر افصح الفصحا اور اشعر شعرا ہیں۔ اُن کے کلام کے مقابلے میں دوسروں کی بات ایسے ہے جیسے بلبل کے زمزمے اور خار کی فریاد، اُن کی طوطی ناطقہ شکر بار بلبلوں کی رونق بازار ختم کر دی اور ان کے افکار دل آویز قلمِ گلستان نگار کی آواز نے مرغ چمن کے نالہ خیز لبوں پر مہر لگا دی۔ اُن کے کلام میں پست وبلند اور اُن کے اشعار میں جو رطب ویابس دکھائی دیتے ہیں انہیں نہ دیکھو لیکن نظر انداز بھی نہ کرو۔''(۱۶)

☆ تذکرہ خوش معرکہ زیبا:

اس تذکرے کے راقم سعادت خاں ناصر ہیں۔ یہ تذکرہ حالات وواقعات کے ساتھ ساتھ تنقید کے معاندانہ رویے کا آئینہ دار ہے۔ سعادت خاں ناصر میر کو استادِ استاداں عدیم المثال اور بے نظیر شاعر سمجھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

'' استادِ استاداں، امامِ شرعِ سخن وراں، بے نظیر، عدیم المثال محمد تقی متخلص بہ میر، پسرِ رشید عبداللہ ساکن اکبرآباد۔''(۱۷)

فارسی تذکروں میں میر شناسی کی جو روایت ہمارے یہاں موجود ہے اُس سے اخذ واستفادہ کرتے ہوئے اردو تذکرہ نگاروں نے میر شناسی کے سلسلے کو آگے بڑھایا گیا۔ زیادہ تر فارسی تذکروں کے تراجم کیے گئے۔ ذیل میں چند اہم اردو تذکروں میں میر شناسی کے نقوش کی جستجو پیشِ خدمت ہے:

☆ گلدستہ ناز نیناں:

یہ تذکرہ منشی کریم الدین فیلن نے لکھا ہے۔عبارت سادہ اورروا ں ہے۔فارسی تذکروں کو اساس بنا کر اردو تنقید کے اسالیب اپنائے گئے ہیں۔یہ تذکرہ اردو تنقید کا نقطۂ آغاز سمجھا جاتا ہے۔منشی صاحب تحریر کرتے ہیں:

'' میر تخلص، افصح فصحا، ابلغ بلغا اور اشعر شعراء ہند اور سخن ور عالی مقام محمد تقی نام ہے۔یہ شاعر خواہرزادہ سراج خان آرزو کا ہے۔چھ دیوان ریختہ با اصناف سخن منظوم کیے ہوئے اِس کے ہیں۔ ہر چند اقسام شاعری سے سب اصناف پر قادر تھا۔''(۱۸)

☆ سخنِ شعراء:

مولوی عبدالغفور خاں نساخ کا مرقومہ یہ تذکرہ توصیفی اسلوب کا حامل ہے۔میؔر شناسی کے حوالے سے قابلِ اعتبار ہے۔مولوی صاحب لکھتے ہیں:

''میر سوائے قصیدہ کے جمیع اصناف سخن پر قادر تھے۔اشعار اُن کے بغایت مرتبہ بلند رکھتے تھے۔ مثنوی وغزل گوئی میں استاد مسلم الثبوت گزرے ہیں۔اِن کی استادی سے کسی کو انکار نہیں۔''(۱۹)

☆ تذکرہِ عشقی:

حیدر بخش حیدری فورٹ ولیم کالج کے منشی تھے۔انہوں نے اردو کے داستانی ادب گراں قدر اضافے کیے۔میؔر شناسی کے ضمن میں ان کا تذکرہ عشقی سوانحی حیثیت رکھتا ہے۔وہ بیان کرتے ہیں:

'' میر تخلص، نام محمد تقی، اکبر آباد کے رہنے والے، فخر شاعرانے ہند، نظم خوب کہتے تھے۔''(۲۰)

☆ تذکرہِ شعرائے اردو:

اصغر حسین خاں نظیر لدھیانوی کا مولفہ یہ تذکرہ مولوی میر حسن کے تذکرے کا اردو ترجمہ ہے۔یہ اردو کے سادہ اور سہل اسلوب نگارش کا حامل ہے۔نظیر لدھیانوی نے نقد و نظر کے اصول بھی گنوائے ہیں۔شعرا اور غزل کے مباحث بھی اس کا حصہ ہیں۔میؔر کے فنی وفکری محاسن کی تفصیل خوب ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''میر نے قصیدے کے سوا شعر کی ہر صنف میں طبع آزمای کی ہے۔لیکن یہاں ہم صرف غزل سے بحث کررہے ہیں۔غزل میں میر کا جواب نہ اُس عہد میں تھا نہ آج تک پیدا ہوا۔غزل میں میر کا لوہا ہر استاد نے مانا ہے۔میر کی غزل میں سوز، درد، تڑپ اور حسرت و یاس کے مضامین کی افراط ہیں۔ غمِ ہجر کی کیفیات کو شعر میں ادا کرنا آپ ہی کا حصہ ہے۔میر کی زبان سادہ ہے۔ہندی کے قریب ہے۔فارسی ترکیبیں اور فارسی بندشیں کم ہیں۔بعض غزلوں کے اوزان بھی ہندی ہیں۔''(۲۱)

☆ تذکرہ گلشنِ ہند:

تذکرہ گلشنِ ہند کے مولف مرزا علی لطف ہیں۔اس تذکرہ میں میر تقی میؔر کا ذکر باب المیم میں صفحہ نمبر ۱۵۲ تا ۱۵۹ پر مشتمل ہے۔میؔر کے فکر و فن پر تبصرہ ہے۔انداز واسلوب تحسینی ہے۔مولوی عبدالحق اور مولوی شبلی نعمانی کے مقدمے

کے ساتھ عبداللہ خاں نے ۱۹۰۶ء میں حیدرآباد دکن سے شائع کیا۔ مرزا لطف میؔر کے معاصر تھے اور سوؔدا کے شاگرد تھے۔ انہوں نے اردو ادب وشاعری کے اہم مراکز دلی و لکھنؤ کے چشم دید واقعات کو بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''نام نامی اس نگین خاتم سخن آفرینی کا میر محمد تقی ہے۔ میر شیریں مقال ہے اور ریختہ گویانِ سابقہ و حال میں نسبت خورشید و ماہ ہے اور فرق سفید وسیاہ ہے۔ بلکہ حجاب اگر مانع نہ ہو بیان کا تو تفاوت ہے۔ زمین و آسمان کا۔ غرض اِس تردد سے زبان قلم کی اور اس خراش سے عارض رقم کی، میؔر سا شاعر جو کہ سحر کاری سخن میں طلسم ساز ہے خیال کا، اور جادو طرازی بیان میں معانی پرداز ہے مقال کا، وہ نانِ شبینہ کا محتاج ہے۔''(۲۲)

☆ آبِ حیات:

یہ تذکرہ محمد حسین آزؔاد نے تالیف کیا۔ میؔر سے متعلق نزاعی پہلوؤں کو خاص طور پر موضوع بنایا گیا ہے۔ میؔر کی سوانح، شاہد بازی، مذہب، سیادت اور سفرِ لکھنؤ کا تفصیلی بیان ہے۔ یہ دراصل میؔر کی قلمی تصویر ہے۔ تذکرے کے آخر میں منتخب کلام پیش کیا گیا ہے۔ محمد حسین آزاد لکھتے ہیں:

> '' میؔر صاحب کی غزلیں ہر بحر میں کہیں شربت اور کہیں شیر وشکر ہیں۔ مگر چھوٹی چھوٹی بحروں میں فقط آبِ حیات بہاتے ہیں۔ جو لفظ منہ سے نکلتا ہے۔ میؔر صاحب نے اکثر فارسی کی ترکیبوں یا اُن کے ترجموں کو اردو کی بنیاد میں ڈال کر ریختہ کیا اور اکثروں کو جوں کا توں رکھا۔''(۲۳)

میؔر کے دواوین کے علاوہ نکات الشعراء اور ذکر میر میؔرفہمی کا بنیادی حوالہ ہیں یہ اسلوب اگرچہ خودستائی یا تعلّی پر مبنی ہے تاہم تنقید و تحسین کے اعتبار سے قابل اعتنا ضرور ہے۔ اس دور میں تنقید کے دیگر نمونے موجود نہیں گویا یہ خشت اول ہے جو تنقید کی عمارت کی بنیادوں میں رکھی گئی۔ میؔر شناسی کی روایت ذات میر سے نکل کر جب معاصر شعرا اور تذکرہ نگاروں کے ہاں پہنچی تو ان کے ہاں تین رویے یا رجحان بطور خاص سامنے آئے:

۱۔ میر پرستی　　۲۔ میر شکنی　　۳۔ میر شناسی

تذکرہ نگاری کی روایت نکات الشعرا (۱۷۵۲ء) سے آبِ حیات (۱۸۸۰ء) تک میرفہمی کی ابتدائی منزل سمجھی جاسکتی ہے۔ اگرچہ بیشتر تذکروں کا اسلوب وصفی ہے لیکن میر شناسی میں ان کی نقشِ اول کی صفت بہر حال قائم رہتی ہے۔ مندرجہ بالا تینوں رجحانات کی روشنی میں اگر تذکرہ نگاری کی پوری روایت کو دیکھا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ میر پرست تذکرہ نگاروں میں ہمیں قیام الدین قائمؔ، لچھمی نرائن شفیقؔ، قدرت اللہ شوقؔ، میر حسنؔ، مردان علی خاں مبتلاؔ، اعظم الدولہ سرمدؔ، قطب الدین باطنؔ، محمد حسین خاں، کلبِ حسین نادرؔ اور بھگوان داس ہندی ملتے ہیں۔ میؔر شکن تذکرہ نگاروں میں غلام حسین شورشؔ، امیر الدین امراللہ، قدرت اللہ قاسمؔ اور سعادت خاں ناصرؔ شامل ہیں جبکہ ان دونوں رجحانات سے بالاتر تذکرہ نگاروں میں جنھیں حقیقی معنوں میں میؔر شناس کہا جاسکتا ہے مصحفیؔ علی ابراہیم خاں، مرزا علی لطفؔ، مصطفے خاں شیفتہؔ، سید محسن علی، مولوی عبدالغفور نساخؔ، سید علی حسن خاں، مولوی کریم الدین اور محمد حسین آزؔاد شامل ہیں۔

میرؔ پرست تذکرہ نگاروں نے میر کے فن اور شخصیت کے بارے میں کسی قسم کی منفی رائے نہیں دی۔انھوں نے میرؔ کی برتری اور فوقیت کا اظہار کیا۔ان کے تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ میرؔ خامیوں سے مبرا شاعر تھے۔میرؔ شکن تذکرہ نگاروں نے منفی رائے سے میر کے فن اور شخصیت کے تضادات کو ابھارا لیکن کلام میرؔ کے آگے وہ بھی سر نہ اٹھا سکے۔معتدل مبصرین جنھیں میرؔ شناس تذکرہ نگار کہنا درست ہے انھوں نے میر کو خوبیوں اور خامیوں سمیت قبول کیا۔تذکرہ نگاری کا یہ دور انیسویں صدی کے اواخر تک رہا۔ایک تحقیق کی رُو سے اردو شعرا کے بارے میں لکھے جانے والے تذکروں کی تعداد ۶۷ ہے [۲۴]۔تاثراتی تنقید یا نیم تنقیدی انداز کے حامل یہ تذکرے آج کے کڑے تنقیدی معیارات پر پورا نہیں اترتے تاہم قدیم دور کے اپنے تقاضے تھے۔بہر کیف میرؔ شناسی کا سلسلہ جاری رہا۔ہر تذکرہ نگار نے اپنے تئیں میرؔ کی تفہیم میں موضوع اور مواد پر کم جب کہ ظاہری صورت پر زیادہ زور دیا سوان تذکروں کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اردو شاعروں کے تذکروں کی خواندگی سے جو باتیں ذہن پر مترشح ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ میر تقی میرؔ کی طبیعت معانی ایجاد تھی،میرؔ معجز طراز،کرامت تحریر اور شاعر دوست تھے،میرؔ سادہ گو تھے لیکن اس سادہ گوئی میں تہ داری اور پرکاری موجود ہے،میرؔ کے کلام میں فصاحت و بلاغت پائی جاتی ہے اس کے ساتھ ساتھ وہ خوش فکر اور محاورہ دان شاعر ہیں،وہ معانی کی سلطنت کے شہنشاہ ہیں،ان کی فکر بلند اور طبع رواں ہے،وہ نظم اور نثر دونوں میں کمال رکھتے تھے،میرؔ شاعر بے نظیر تھے اور میدان سخن کے میر تھے،غزل گوئی میں بے مثل اور بے مثال ہیں اس میدان میں کوئی ان کی ہم سری نہیں کر سکتا،غزل اور مثنوی میں مرزا سوداؔ پر فوقیت رکھتے تھے،وہ مسلم الثبوت شاعر تھے،ان کی استادی کے سبھی قائل تھے،میرؔ باغِ فصاحت کے بلبل ہزار داستان اور سخن طرازی کے شہ سوار تھے۔میرؔ کو اردو غزل میں سب پر فوقیت ہے۔

تذکرہ نگاری کو میر شناسی کی دوسری منزل قرار دینا اس لحاظ سے بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تذکرہ نگاروں نے میر کی شخصیت اور فن کے نہاں گوشوں کو منظر عام پر لا کر تحقیق و تنقید کی نئی راہیں کھولیں۔انھوں نے جدید رسمیات تحقیق کے مطابق میر فہمی کا شعور اجاگر کیا۔ہماری تحقیق کی اثاث بھی یہی تذکرے ٹھہرتے ہیں۔تذکرہ نگار وہ اولین محققین تھے جنھوں نے میرؔ کی اجلی تصویر نہ سہی دھندلی تصویر پیش کر کے بھی انتقادِ میر کی اہمیت واضح کر دی۔ان میں سے کچھ کے یہاں میرؔ پرستی اور میرؔ شکنی کے رجحانات کے باوجود بیشتر تذکرہ نگاروں کا میرؔ شناسی کا رویہ اپنی تاب و توانائی کے اعتبار سے لائقِ تحسین ہے۔

حوالہ جات

۱۔ نور اللغات، جلد دوم، (لکھنؤ: مطبوعہ نیر پریس، ۱۹۲۷ء) ص ۱۸۶

۲۔ فرمان فتح پوری، اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۲ء) ص ۱۱

۳۔ ایضاً، ص ۲۴ ۴۔ ایضاً، ص ۲۵

۵۔ ظل عباس عباسی، دیوان میر، (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۳ء)

۶۔ نقوش، میر نمبر، شمارہ ۱۲۵، (لاہور) ص ۸۷

۷۔ قیام الدین قائم، مخزنِ نکات، ص ۴۰۔۴۱

۸۔ فتح علی حسینی گردیزی، تذکرہ ریختہ گویاں، ص ۱۳۷۔۱۳۸

۹۔ قیام الدین حیرت، مقالات الشعرا، (قلمی)، ورق ۷۲، بحوالہ: نقوش، لاہور

۱۰۔ میر حسن، تذکرہ شعرائے اردو، (دہلی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۴۰ء) ص ۱۵۱

۱۱۔ میر تقی میر، نکات الشعرا، (کراچی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۷۹ء)، مرتبہ: مولوی عبدالحق ص ۱۳۹

۱۲۔ محمد حسین خان، تذکرہ ریاض الفردوس، (لاہور: شیخ مبارک علی ناشر کتب، ۱۹۶۸ء) ص ۱۴۱

۱۳۔ عبدالحئی، تذکرہ گلِ رعنا، ص ۱۵۹

۱۴۔ مصحفی، تذکرہ ہندی، ص ۲۰۴، بحوالہ: کلیات میر، مرتبہ: ظل عباس عباسی ص ۲۴

۱۵۔ لچھمی نرائن، تذکرہ چمنستان شعرا، (اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو، ۱۹۲۸ء) ص ۲۶۱

۱۶۔ مصطفےٰ خاں شیفتہ، تذکرہ گلشنِ بے خار، (کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۶۳ء) ص ۲۹۳

۱۷۔ سعادت خاں ناصر، تذکرہ خوش معرکہ زیبا، ص ۲۶

۱۸۔ منشی کریم الدین فیلن، تذکرہ گلدستہ نازنیناں، ص ۳۷، بحوالہ: نقوش لاہور، ص ۱۰۰

۱۹۔ مولوی عبدالغفور خاں نساخ، تذکرہ سخن شعرا، ص ۴۰۹

۲۰۔ حیدر بخش حیدری، تذکرہِ عشقی، ص ۸۳

۲۱۔ نظیر لدھیانوی، تذکرہ شعرائے اردو، (لاہور: عشرت پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۵۳ء) ص ۵۷

۲۲۔ مرزا علی لطف، تذکرہ گلشنِ ہند، (لکھنؤ: اتر پردیش اردو اکادمی، ۱۹۸۶ء) ص ۱۵۲

۲۳۔ محمد حسین آزاد، آبِ حیات، (لاہور: نیشنل بک سروس اردو بازار، ۱۹۹۲ء) ص ۱۷۸۔۱۷۹

۲۴۔ فرمان فتح پوری، میر کو سمجھنے کے لیے، (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء) ص ۳۲